قرآنی اصولوں کی روشنی میں معاشرتی استحکام

(پاکستان کے تناظر میں)

Social Integration in the light of Qur'anic Principles
(in Pakistan's perspective)

ڈاکٹر میمونہ تبسم*

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر**

ABSTRACT

Islam is the religion of nature. It not only approves the social interaction among the masses, but also helps in its development towards positive ends. Islam has given natural and universal principles which help its followers to develop a harmonious society, discouraging all the attempts to divide the society into different sections. Islamic society is based upon the following fundamental principles i.e equality, harmony of thoughts, justice, *amar-bil-maaruf-wa-nahi-anilmunkar* (ask for good and forbid from evil), unity, sense of responsibility, virtue and evil, abolition of sectarianism & fulfillment of promises, reflecting the universality of the religion, Islam.

Pakistan today, is facing various social problems like terrorism, corruption, poverty, unemployment, broken families, sectarianism, onslaught of western culture and demand of unrestricted liberty by womenfolk. The moral degradation of the society is due to the fact that the true Islamic spirit and moral teachings and trainings of Islam have not been applied with true mind and honest intentions. The moral values are ignored by the media which is the cause of great concern.

***Keywords*:** *Social Integration, religion of nature, Qur'anic Principles, fundamental principles.*

---

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج خواتین یونیورسٹی، لاہور

* چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا

اسلام دین فطرت ہے، اسلام انسانوں کے باہمی میل جول سے پیدا ہونے والی اجتماعیت کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ اس اجتماعیت کی نشوونما میں معاونت بھی کرتا ہے اور ایسے فطری و آفاقی رہنما اصول فراہم کرتا ہے جن سے معاشرتی اجتماعیت کو تقویت ملے۔ اسلام کسی ایسی سوچ کو مستقل نہیں قرار دیتا، جو خالق کائنات کی اس خاکی مخلوق میں باہمی تفریق پر منتج ہو، اسلام اختلاف کی کسی بھی غیر فطری بنیاد کو تسلیم نہیں کرتا۔

قرآنی اصولوں کی روشنی میں معاشرتی استحکام

اسلام کا سارا معاشرتی ڈھانچہ کچھ بنیادی اصولوں پر استوار ہے۔ ان میں کچھ بنیادی اصول ذیل کی سطور میں ذکر کئے جارہے ہیں، جو معاشرتی استحکام کے لئے اشد ضروری ہیں:

وحدت نسل انسانی:

اسلام وحدتِ نسل انسانی کا داعی ہے، وہ انسانوں کی محدود تفریق کا قائل نہیں، جیسے رنگ و نسل، زبان و وطن وغیرہ۔ یہ معاشرے کی اساس نہیں، بلکہ ان پر تفاخر معاشرہ کو عدم استحکام سے دوچار کر دیتا ہے، اسی لیے اسلام انسانوں کے درمیان ان ظاہری اختلافات کو باعثِ فضیلت یا سببِ ذلت تسلیم نہیں کرتا، بلکہ انہیں محض ذریعہ پہچان قرار دیتا ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَجَعَلْنَٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓا۟ ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ۚ ﴾ (۱)

(اور ہم نے تمہارے کنبے اور قبیلے بنادیئے ہیں تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے)۔

وحدت نسل انسانی کا یہ داعیہ معاشرتی استحکام کی جوہری اساس ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ٱلَّذِى تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلْأَرْحَامَ ۚ ﴾ (۲)

(اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور تم اللہ سے ڈرو، جس کے نام سے تم ایک دوسرے سے سوال کیا کرتے ہو اور قرابت سے بھی ڈرو)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرتی تفریق کو ختم کر کے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا، جس میں رنگ و نسل قوم و قبیلہ زبان و وطن، غرضیکہ کسی بنیاد پر بھی کوئی شخص کسی سے افضل اور اعلیٰ نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ نَخْوَةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعَظُّمَهَا بِالْآبَاءِ، النَّاسُ مِنْ آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ (3)

(اے گروہ قریش! اللہ نے تم سے جاہلیت کے غرور اور اس پر فخر کرنے کو دور کر دیا، لوگ آدمؑ سے ہیں اور آدمؑ مٹی سے تھے)۔

اسلامی معاشرہ میں انسان ہونے کی حیثیت سے سب برابر ہیں، نہ تو امارت کسی کے لیے وجہ تکریم ہے اور نہ غربت وجہ ذلت۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ ءَادَمَ﴾ (۴)

(ہم نے آدم علیہ السلام کے بیٹوں کو عزت کے قابل بنایا ہے)۔

قرآن مجید نے معاشرہ میں لوگوں کی عزت اور ذلت کا معیار اچھے اعمال اور تقویٰ مقرر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِكُلٍّ دَرَجَٰتٌ مِّمَّا عَمِلُواْ﴾ (۵)

(ہر ایک کا درجہ اس کے کاموں کے لحاظ سے ہے)۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک مشہور خطبہ میں فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ أَلاَ إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ أَلاَ لاَ فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ وَلاَ لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلاَ لأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ وَلاَ أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلاَّ بِالتَّقْوَى (۶)

(اے لوگو! بیشک تمہارا رب ایک ہے، اور بیشک تمہارا باپ ایک ہے، کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے)۔

یعنی تمام مسلمان برابر ہیں اور فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے۔

وحدت فکر انسانی:

اسلام کا دعویٰ ہے کہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے جن اصولوں کی ضرورت تھی، وہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ودیعت کر دیئے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ كَانَ ٱلنَّاسُ أُمَّةً وَٰحِدَةً فَبَعَثَ ٱللَّهُ ٱلنَّبِيِّـۧنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ﴾[7]

(دراصل لوگ ایک ہی گروہ تھے، اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو خوشخبریاں دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا)۔

مگر انسانوں نے اس وحدت کو ضائع کر کے مصنوعی اور بناوٹی فکری خاکے مرتب کرنے شروع کر دیئے۔ جس کو قرآن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿ وَمَا كَانَ ٱلنَّاسُ إِلَّآ أُمَّةً وَٰحِدَةً فَٱخۡتَلَفُواْ ﴾[8]

(اور تم سب لوگ ایک ہی امت تھے اور پھر الگ الگ ہو گئے)۔

اس وقت امت مسلمہ ذہنوں اور ماحول میں پائے جانے والے اختلاف اور انتشار کی وجہ سے فکری انحطاط کی شکار ہے اور اپنی سمت کا تعین نہیں کر پا رہی۔ اس جمود کو توڑنے کے لئے ہمیں آپس میں محبت، ایثار اور اتفاق کی ضرورت ہے۔ فرمان نبوی ہے:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ[9]

(تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے)۔

توحید واطاعت:

اسلام کی تعلیم کی بنیاد توحید ہے، یعنی اللہ کو اس کی ذات صفات اور افعال میں ایک

جاننا اور اسی کی عبادت بجالانا۔ اس وجہ سے اسلامی معاشرہ کی اہم اور سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے تمام افراد صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں۔ اسلام عبادت کو مقصد زندگی ٹھہرتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾ [١٠]

(میں نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے)۔

اللہ کی عبادت ہی کمالات کے حصول کا ذریعہ ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَتَيْتُ النَّبِيَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ أَبْيَضُ، فَإِذَا هُوَ نَائِمٌ، ثُمَّ أتيته فَإِذَا هُوَ نَائِمٌ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ وَقَدْ اسْتَيْقَظَ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: "مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ " قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: "وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ " قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: "وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ " ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ فِي الرَّابِعَةِ: "عَلَى رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ " قَالَ: فَخَرَجَ أَبُو ذَرٍّ وَهُوَ يَقُولُ: "وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي [11]

(میں ایک مرتبہ نبی ﷺ کی خدمت میں آیا، آپ ﷺ سفید کپڑا اوڑھے ہوئے سو رہے تھے میں واپس چلا گیا پھر دوبارہ حاضر ہوا، تو سو رہے تھے۔ پھر گیا تو آپ ﷺ جاگ رہے تھے، میں آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گیا آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس بندے نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس پر وہ مر گیا تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔“ میں نے عرض کیا: اگرچہ وہ زنا کرتا ہو اور چوری کی ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔“ میں نے جتنی مرتبہ اس طرح کہا آپ ﷺ نے بھی تین مرتبہ فرمایا، پھر چوتھی مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے، ابو ذر رضی اللہ عنہ کی ناک خاک آلود ہو۔“ پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا محبت اور شفقت بھرا جملہ دہراتے ہوئے نکلے کہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو!)۔

اس حدیث میں لا الہ الا اللہ سے محض زبانی اقرار مراد نہیں ہے، بلکہ ایسا اقرار جس کے ساتھ قلبی یقین و تصدیق بھی شامل ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُواْ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسۡتَقَٰمُواْ ﴾ (۱۲)

(بلا شبہ وہ لوگ جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے پھر انہوں نے اس پر استقامت اختیار کی)۔

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا (۱۳)

(اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا، جو اللہ کے رب، اسلام کے دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا)۔

ایمان کا ذائقہ چکھنے سے مراد وہ شرح صدر اور اطمینان قلبی ہے، جو حقیقی طور پر ایک مومن کو ہی مل سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت:

اطاعتِ رسول، توحید کا لازمہ ہے۔ قرآن مجید میں اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر متعدد مرتبہ آیا ہے:

﴿ لَّقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ (۱۴)

(یعنی تمہارے لیے اللہ کے رسول میں عملی نمونہ ہے)۔

﴿ وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمۡ عَنۡهُ فَٱنتَهُواْۚ ﴾ (۱۵)

(اور یعنی رسول جو کچھ تمہیں دے، اس کو لے لو اور جس سے روکے، اس سے رک جاؤ)۔

﴿ قُلۡ إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحۡبِبۡكُمُ ٱللَّهُ ﴾ (۱۶)

(کہہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو۔ تو میری عبادت کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (۱۷)

(تم میں سے کوئی ایمان دار نہ ہو گا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کے بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں)۔

شرفِ انسانیت

توحید کا لازمی نتیجہ شرف انسانیت ہے، کیونکہ توحید انسان کو ہر قسم کی غلامی سے نجات دلاتی ہے اور اس کو اشرف المخلوقات قرار دیتی ہے۔ عظمت آدمیت کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ ءَادَمَ وَحَمَلْنَٰهُمْ فِي ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَفَضَّلْنَٰهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ﴾ (۱۸)

(اور یقیناً ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور ہم نے ان کو خشکی اور تری میں سواری دی اور ان کو اچھی چیزوں سے رزق دیا اور ہم نے ان کو بہتوں پر جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے۔ بڑی فضیلت دی ہے۔)

﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا ٱلْإِنسَٰنَ فِيٓ أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ﴾ (۱۹)

(یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا ہے)۔

عدل و انصاف:

قرآن کریم ایسے معاشرہ کا خواہاں ہے جس میں ہر شخص عدل و انصاف پر عمل کرنا اپنا فریضہ سمجھتا ہو، بلکہ اس کا دائرہ اس قدر وسیع اور ہمہ گیر ہے کہ دشمنوں کو بھی شامل ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُونُوا۟ قَوَّٰمِينَ لِلَّهِ شُهَدَآءَ بِٱلْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَـَٔانُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا۟ ۚ ٱعْدِلُوا۟ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴾ (۲۰)

(اے ایمان والو! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ، راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کر دے عدل کیا کرو جو پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ﴾ (۲۱)

(اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے کرو۔)

﴿ قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ ﴾ (۲۲)

(اور کہہ دیجئے میرے رب نے انصاف کا حکم کیا ہے۔)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انصاف کرنے والے حکام اللہ کے ہاں دائیں جانب نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے۔ جبکہ اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ (انصاف کرنے والوں سے) مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے دائرہ اقتدار میں اور اپنے اہل وعیال میں اور رعیت کے معاملات میں عدل وانصاف کرتے ہیں۔ (۲۳)

اسلام جس عدل و انصاف کا قائل ہے وہ کوئی حکم تعبدی نہیں ہے، بلکہ اسلامی عدالت سے معاشرے میں استقامت استحکام اور ترقی وسلامتی آتی ہے۔الملك يبقى مع الكفر ولا يبقى مع الظلم سے پتا چلتا ہے کہ معاشرتی خطروں اور عدم سلامتی کی بنیادی وجہ بے انصافی اور ظلم ہوتا ہے۔

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب امیر وقت اپنی رعایا میں جور وظلم کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی مملکت سے برکت اٹھ جاتی ہے۔ بازار، کھیت، باغات سب جگہ مظالم کا دور دورہ ہو جاتا ہے اور جب عدل و انصاف رائج کرنا چاہتا ہے تو ہر جگہ رونق اور برکت نازل ہوتی ہے۔ حضرت ولید بن ہشام نے فرمایا"إِنَّ الرَّعِيَةَ ليصْلح بِصَلَاحِ الْوَالِي وَتُفْسِدُ بِفَسَادِهِ"(۲۴) رعایا کی صلاح اور فلاح کا دارو مدار امیر وقت کے صالح وعادل ہونے پر ہے اور رعایا کی بربادی امیر وقت کی فسادنیت سے متعلق ہے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر:

معاشرتی نظم کا تقاضا ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہوتا رہے، کیونکہ لوگوں میں اعمال صالحہ کی اشاعت اور سماجی امور کا اہتمام و انصرام اور تبلیغ و ترویج میں سستی اور غفلت سے پرہیز ایسے امور ہیں، جن پر عمل کرنے کے مثبت اثرات اور ترک کرنے کے منفی اثرات تمام معاشرے پر یکساں طور پر مرتب ہوتے ہیں۔ ان امور پر عمل اور ان کی معاشرتی ترویج اسلامی معاشرے کا بنیادی اصول ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ﴾[۲۵]

(تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو)۔

اس عظیم فریضہ سے انحراف کا نتیجہ قوموں کو ہلاکت اور ان کے انہدام کی شکل میں نکلتا ہے۔ سورۃ المائدہ میں ایک قوم کی گرفت کا سبب ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے:

﴿ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَن مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴾[۲۶]

(آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے روکتے نہ تھے، جو کچھ بھی یہ کرتے تھے یقیناً وہ بہت برا تھا)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ۗ ﴾[۲۷]

(لوگ اگر ہم ان کے پاؤں زمین میں جما دیں تو نماز پڑھیں گے زکوٰۃ ادا کریں گے، نیکی کی ترغیب دیں گے اور برائی سے باز رکھیں گے)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ

يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ [۲۸]

(جو تم میں سے برائی کو دیکھے اسے چاہیے کہ ہاتھ سے بدل دے یعنی روکے اگر ہاتھ سے طاقت نہ ہو تو زبان سے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پھر دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے)۔

قرآن میں ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَيَنْهَىٰ عَنِ ٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ وَٱلْبَغْيِ﴾ [۲۹]

(اور اسلام تمہیں بے حیائی، نامعقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے)۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی شخص کسی برائی کو دیکھے تو اپنے ہاتھ سے مٹا دے۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے سمجھا دے۔ اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے [۳۰]۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اللہ کی حدود میں برائی کو نہ روکنے والے اور اس کے مرتکب ہونے والے کی مثال ان لوگوں کی مانند ہے جنہوں نے کشتی میں (بیٹھنے کی جگہ کے لیے) قرعہ اندازی کی۔ کچھ لوگ کشتی کے نچلے حصے میں اور کچھ لوگ اوپر والے حصے میں چلے گئے تو جو لوگ ان کے نچلے حصے میں تھے وہ ان لوگوں کے پاس پانی لے کر گزرتے جو کشتی کے اوپر والے حصے میں تھے۔ انہیں اس سے تکلیف ہوئی (اس لیے انہوں نے نچلے حصے والوں کو اوپر آنے سے روک دیا) چنانچہ (نچلے حصے والوں میں سے) ایک شخص نے کلہاڑا اٹھایا اور کشتی کے نچلے حصے میں سوراخ کرنا چاہا تو اوپر کے حصے والے اس کے پاس آئے اور انہوں نے کہا تجھے کیا ہو گیا ہے؟ اس نے جواب دیا تم میرے (اوپر جانے) سے تکلیف محسوس کرتے ہو جبکہ مجھے پانی کی ضرورت ہے، "فَإِنْ أَخَذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَنْجَوْهُ وَنَجَّوْا أَنْفُسَهُمْ، وَإِنْ تَرَكُوهُ أَهْلَكُوهُ وَأَهْلَكُوا أَنْفُسَهُمْ" [۳۱]۔ (اگر وہ اس کے ہاتھ پکڑ لیں گے تو اسے بھی نجات دلا دیں گے اور خود بھی نجات پائیں گے اور اگر اسے کچھ نہ کہیں گے تو اسے موت کے حوالے کر دیں گے اور اپنے آپ کو بھی تباہ کر دیں گے“۔

سنن ابی داؤد میں یہ روایت حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے کہ:"جس کسی قوم میں نافرمانیاں ہوتی ہوں اور معاصی سے بچنے والوں کی تعداد زیادہ اور دوسروں کی کم ہو اور پھر وہ نہ روکیں تو ان سب پر عذاب آنے کا اندیشہ ہوتا ہے"[۳۲]۔

حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جن لوگوں میں ان کی نافرمانی کی جائے جب کہ وہ (گناہ کرنے والوں سے) زیادہ طاقتور اور زیادہ زور آور ہوں، اس کے باوجود (مجرموں کو گناہ سے) منع نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل کر دیتا ہے"[۳۳]۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تکمیل شرعی سزاؤں کے نفاذ سے ہی ہو سکتی ہے، یہ مقصد ترکِ واجبات اور ارتکابِ حرام پر سزائیں دینے سے حاصل ہو سکتا ہے۔یعنی امر بالمعروف کا فریضہ معاشرتی استحکام کا اساسی عنصر ہے۔

اتحاد و اتفاق:

اتحاد و اتفاق، الفت و یگانگت، مجموعی پیار و محبت کی فضا کا قیام دینی معاشرے کے قیام و استحکام کے بنیادی لوازمات ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَٱعۡتَصِمُواْ بِحَبۡلِ ٱللَّهِ جَمِيعٗا وَلَا تَفَرَّقُواْۚ وَٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتَ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡ إِذۡ كُنتُمۡ أَعۡدَآءٗ فَأَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوبِكُمۡ فَأَصۡبَحۡتُم بِنِعۡمَتِهِۦٓ إِخۡوَٰنٗا ﴾[۳۴]

(اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھالو اور پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے)

مزید فرمایا:

﴿ وَلَا تَكُونُواْ كَٱلَّذِينَ تَفَرَّقُواْ وَٱخۡتَلَفُواْ مِنۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ ٱلۡبَيِّنَٰتُۚ ﴾[۳۵]

(اپنے پچھلوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اختلاف اور تفرقہ کی زندگی بسر کی)

قرآن کی نظر میں معاشرتی اتحاد و استحکام ایک طرح کی طاقت ہے اور تفرقہ و تشتت پاؤں اکھڑنے کا سبب ہے۔

﴿ وَلَا تَنَٰزَعُواْ فَتَفۡشَلُواْ وَتَذۡهَبَ رِيحُكُمۡۖ وَٱصۡبِرُوٓاْۚ ﴾ (۳۶)

(آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو)۔

جھگڑے یقیناً معاشرتی انحطاط اور زوال کا سبب ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ لَوۡ أَنفَقۡتَ مَا فِي ٱلۡأَرۡضِ جَمِيعٗا مَّآ أَلَّفۡتَ بَيۡنَ قُلُوبِهِمۡ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ أَلَّفَ بَيۡنَهُمۡۚ إِنَّهُۥ عَزِيزٌ حَكِيمٞ ﴾ (۳۷)

(اگر تم دنیا کی ہر چیز خرچ کر ڈالتے تو بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے لیکن اللہ نے ان میں محبت و الفت ڈال دی ہے)۔

﴿ ٱدۡفَعۡ بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ فَإِذَا ٱلَّذِي بَيۡنَكَ وَبَيۡنَهُۥ عَدَٰوَةٞ كَأَنَّهُۥ وَلِيٌّ حَمِيمٞ ﴾ (۳۸)

(بدی کو اس خصلت سے کہ بہت اچھی ہے دفع کر دو وہ شخص جس کو تجھ سے عداوت ہے وہ یکایک ایسا ہو جائے گا گویا کہ وہ رشتہ دار یا دوست ہو)۔

ایک اور مقام پر مسلمانوں کی وحدت کو عمارت کے ساتھ یوں تشبیہ دی ہے:

الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ (۳۹)

(ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایک عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط کرتا ہے اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کے درمیان تشبیہ دی)۔

سو مسلم معاشرے کے ہر فرد کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ باہم مل کر ایک جماعت بن کر رہیں۔ اسی طرح حکام اور سرکاری اہل کاروں کو بھی اخروی انجام سے خبردار کیا گیا ہے۔ اسلام صرف جماعت بن کر رہنے کا تقاضا ہی نہیں کرتا بلکہ وہ مسلمانوں کو یکجا بن کر زندگی گزارنے کی تعلیم دیتا ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کے بندوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو نبی ہوں گے نہ شہید، مگر قیامت کے روز اللہ کے ہاں (بلند) مراتب و منازل کی وجہ سے انبیاء و شہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں

بتائیں وہ کون (سعادت مند) لوگ ہوں گے تا کہ ہم بھی ان سے محبت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ لوگ جو کسی مالی لالچ یا نسبی تعلق کے بغیر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں گے۔ ان کے چہرے نور سے (منور) ہوں گے اور وہ لوگ نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے۔ جب لوگ خوف زدہ ہو رہے ہوں گے، تو انہیں کوئی خوف نہ ہو گا۔ جب لوگ غمگین و پریشان ہو رہے ہوں گے، تو انہیں کوئی غم اور پریشانی نہ ہو گی۔" آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (۴۰) (آگاہ رہو! بے شک اولیاء اللہ پر کوئی خوف نہ ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے)۔

احساس ذمہ داری:

اجتماعی شعور پیدا کرنے، اسے بیدار رکھنے اور موثر بنانے کے لیے اسلام نے جو اقدامات کیے ہیں، اس میں بہت اہم فرد کا اپنا احساس ہے فرد اپنے گناہوں کا تنہا ذمہ دار ہے۔ معاشرتی جرائم کی جو سزا اجتماعی ہے وہ معاشرہ نافذ کرتا ہے لیکن اس کا انفرادی معاملہ اس کے رب کے ساتھ ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ﴾ (۴۱)

(اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر ہے اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔)

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا ٱكْتَسَبَتْ ۗ﴾ (۴۲)

(اسی کے لئے ہے وہ جو اس نے کمایا اور تم پر ہے جو تم نے کمایا)۔

ہر انسان کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہونا چاہیے اپنا فرض ادا کرتے ہیں دوسروں سے تقابل نہیں کرنا چاہیے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ ۖ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا ٱهْتَدَيْتُمْ ۚ﴾ (۴۳)

(اپنی فکر کرو جب تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو، تو جو شخص گمراہ رہے، اسی سے تمہارا کوئی نقصان نہیں)۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُم مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ (۴۴)

(تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اسکی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا)۔

جب انسان کو اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ اسے احکام الٰہی کے مطابق زندگی گزارنی ہے۔ تو یہ احساس اس کو ذمہ دار انسان بنا دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے ہر انسان جو یہاں بوتا ہے، وہی آخرت میں کاٹے گا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے، آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو محکمہ قضا کا منصب سپرد کیا۔ عدالتِ فاروقی کے متعلق امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **فَمَكَثَ عُمَرُ سَنَةً لاَ يَأْتِيهِ اثْنَانِ أَوْ لاَ يَقْضِي بَيْنَ اثْنَيْنِ**[45] (پورے سال میں حضرت عمرؓ کے پاس دو شخصوں کا بھی دعویٰ نہ پہنچا اور دو شخص بھی کوئی شکایت لے کر نہ آئے)۔

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حکومت کے عمال و عہدیداران میں چار طرح کی خصوصیات کا ہونا ضروری ہے: ۱) قوت کے ہوتے ہوئے نرم دلی؛ ۲) سخت مزاجی کے بغیر اصولی سخت گیری؛ ۳) خرچ میں احتیاط و اعتدال لیکن بخل نہ ہو اور ۴) سخاوت لیکن اسراف نہ ہو[46]۔

امام طاؤس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا فرض اس پر ختم نہیں ہو جاتا کہ متدین حکام مقرر کر کے صرف ان کو عدل و انصاف کی تاکید کروں۔ بلکہ میرا یہ بھی ایک فرض ہے کہ میں دیکھوں "اعمل بما امرته ام لا" یعنی ہمارے حکام ہمارے اصول و شرائط پر کاربند ہیں یا نہیں؟[47]

قیام خیر و رفع شر:

قرآن مجید ایسے معاشرے کی تائید کرتا ہے، جس میں خیر و شر کے پیمانے متعین ہوں اور افراد معاشرہ ان سے تجاوز نہ کریں۔ معاشرتی استحکام کے لیے اسلام نے جس ظن کو بنیادی حکمت عملی قرار دیا ہے، وہ قرآن کے الفاظ میں یوں ہے:

﴿ لَّوْلَآ إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ ٱلْمُؤْمِنُونَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا ﴾[49]

(اسے سنتے ہی مومن مردوں اور عورتوں نے اپنے حق میں نیک گمانی کیوں نہ کی۔)

اس طرح جھوٹی خبریں نشر کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے:

﴿ٱللَّهُ ٱلصَّٰدِقِينَ بِصِدۡقِهِمۡ وَيُعَذِّبَ ٱلۡمُنَٰفِقِينَ إِن شَآءَ أَوۡ يَتُوبَ عَلَيۡهِمۡۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ غَفُورٗا رَّحِيمٗا﴾ (۵۰)

(اگر یہ منافق اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں غلط افواہیں اڑانے والے ہیں، باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے پھر تو وہ چند دن ہی آپ کے ساتھ اس میں رہ سکیں گے۔)

قرآن مجید میں منہیات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱجۡتَنِبُواْ كَثِيرٗا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعۡضَ ٱلظَّنِّ إِثۡمٞۖ وَلَا تَجَسَّسُواْ وَلَا يَغۡتَب بَّعۡضُكُم بَعۡضًاۚ﴾ (۵۱)

(اے ایمان والو! کثرت گمان سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔ اور تجسس میں نہ پڑو اور تم میں سے بعض، بعض کی غیبت نہ کرے)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّهُ يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ فَتعرِفُونَ وتُنْكِرُونَ، فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِئَ، وَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ، وَلَكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ قَالوا: يَا رَسُول اللهِ، أَلَا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: لَا، مَا أَقَامُوا فِيْكُمُ الصَّلَاةَ (۵۲)

(تم پر ایسے لوگ مقرر کیے جائیں گے تم ان کی تعریف بھی کرو گے اور تنکیر بھی۔ پس جس نے کراہت کی تو بری ہو گیا تو جس نے تنکیر کی وہ سلامتی پا گیا لیکن جو راضی ہو گیا اس نے ان کی پیروی کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بولے: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم ان سے لڑیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا و نہیں جب تک وہ نماز قائم کرتے ہیں)۔

محتسب کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ لوگوں کو جمعہ، نماز با جماعت، سچ بولنے اور امانت ادا کرنے کا حکم دے اور جھوٹ، خیانت اور دیگر ایسی برائیوں سے منع کرے، جو جھوٹ اور خیانت میں داخل ہیں جیسا کہ ناپ تول میں کمی اور اشیاء سازی، خرید و فروخت کے معاملات میں ملاوٹ اور دھوکہ وغیرہ۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ٥ ٱلَّذِينَ إِذَا ٱكْتَالُواْ عَلَى ٱلنَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ٥ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ﴾ (۵۳)

(ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی ہے۔ جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر دیا ماپ اور وزن کم دیں)۔

رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں:

كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ (۵۴)

(تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور وہ اپنی رعایا کے متعلق پوچھا جائے گا۔)

فرقہ واریت کا خاتمہ:

معاشرتی استحکام کے لیے فرقہ واریت کا خاتمہ بہت ضروری ہے، اور اسی طرح مساوات، عدل و احسان اور دوستی کی ترغیب دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُواْ بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (۵۵)

(یاد رکھو، سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرا دیا کرو)۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ يَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الأُمُورِ فَإِنَّهَا ضَلَالَةٌ فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَعَلَيْهِ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ المَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ (۵۶)

(تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہا، وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ خبر دار! دین میں نئی نئی بدعات ایجاد کرنے سے بچنا اگر تم میں سے کوئی یہ زمانہ پالے، اسے چاہیے کہ میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑے اور اسے داڑھوں سے مضبوط رکھے)۔

ایفائے عہد:

ایفائے عہد ایک بنیادی اخلاقی وصف ہے، کیونکہ وعدے کا لحاظ انسان کی صداقت کا مظہر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴾ (٥٧)

(اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہدوں کا پاس رکھنے والے ہیں)۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک وعدہ شکن کے لئے قیامت کے دن ایک نشان ہو گا، جو اس کی وعدہ شکنی کرے گا، اور جان رکھو کہ سب سے بڑا قوم کا سردار ہے، اگر وہ وعدہ شکنی کرے تو بڑی وعدہ شکنی ہو گی۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا ﴾ (٥٨)

(اے ایمان والو! اپنے وعدوں کو پورا کرو)۔

﴿ الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنقُضُونَ الْمِيثَاقَ ﴾ (٥٩)

(دانشمند وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں اور مضبوط باندھنے کے بعد توڑ نہیں ڈالتے)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ (٦٠)

(چار خصلتیں جس شخص میں ہو، وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو، اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے، حتیٰ کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ جب امانت رکھوائی جائے، خیانت کرے۔ اور جب بولے، تو جھوٹ بولے۔ اور جب وعدہ کرے، تو وعدہ خلافی کرے اور جب جھگڑے، تو گالی گلوچ کرے)۔

قانون کی حکمرانی:

قانون کی حکمرانی کسی بھی معاشرہ کے ارتقاء اور بقا کے لیے روح کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسلامی شرعی سزاؤں کا خاصہ یہ ہے کہ اگر معاشرے میں اس کا صحیح نفاذ کر دیا جائے، تو اس کے نتیجے میں معاشرتی استحکام یقینی ہو جاتا ہے۔

﴿ وَٱلسَّارِقُ وَٱلسَّارِقَةُ فَٱقْطَعُوٓاْ أَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَٰلًا مِّنَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ (٦١)

(چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو، یہ بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا، عذاب اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ قوت و حکمت والا ہے۔)

معاشرہ کے نظم و نسق کے لئے قانون ایک لازمی امر ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ تِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا ۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ ٱللَّهِ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴾ (٦٢)

(یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرو جو ان حدوں سے تجاوز کریں وہی ظالم ہیں۔)

اگر ان حدود کو معاشرے میں نافذ کر دیا جائے تو اس کے نتیجے میں معاشرتی استحکام لازمی ہو جاتا ہے۔

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلْقِصَاصُ فِى ٱلْقَتْلَى ۖ ٱلْحُرُّ بِٱلْحُرِّ وَٱلْعَبْدُ بِٱلْعَبْدِ وَٱلْأُنثَىٰ بِٱلْأُنثَىٰ ۚ ﴾ (٦٣)

(تم پر قتل کا قصاص فرض کیا گیا ہے آزاد کے بدلے میں آزاد غلام کے بدلے میں غلام اور عورت کے بدلے میں عورت)۔

﴿ وَلَا تَبْخَسُواْ ٱلنَّاسَ أَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْاْ فِى ٱلْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴾ (٦٤)

(اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو)۔

نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا:

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ (٦٥)

(خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جا سکتی)۔

اس کے ساتھ ساتھ معاشرتی استحکام کے لیے جو امور نہایت اہمیت کے حامل ہیں، ان میں عدل اجتماعی، ناخواندگی و جہالت کا خاتمہ، مفلس و نادار طبقات کی محرومیوں کا ازالہ، اطعام مساکین کا اہتمام، نوجوان نسل کے جملہ مسائل کا حل، انتظامی بدعنوانیوں کا خاتمہ اور استحکام معاشرہ کے بارے مفید رویوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام شامل ہے۔

رواداری:

اسلامی معاشرہ کی ایک نمایاں خصوصیت رواداری ہے، اسلام نے رواداری کو فروغ دینے کے لیے ایک بنیادی اصول وضع کیا کہ ہر وہ شخص جو دائرہ اسلام میں داخل ہو گا۔ اس کے لیے لازمی ہے کہ وہ اللہ، یوم آخرت ملائکہ سابقہ کتب سماوی اور بلا تفریق انبیاءؑ پر ایمان لائے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْأَخِرِ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةِ وَٱلْكِتَٰبِ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ﴾ (۶۶)

(جو اللہ اور آخرت کے دن اور فرشتوں پر اور کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے۔)

دوسری جگہ آتا ہے:

﴿قُلْ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَمَآ أُنزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ أُنزِلَ عَلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَٱلْأَسْبَاطِ وَمَآ أُوتِىَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَٱلنَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُۥ مُسْلِمُونَ﴾ (۶۷)

(کہہ کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا اور اس پر جو ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور اس کی اولاد پر اتارا گیا اور جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور نبیوں کو ان کے رب کی طرف دیا گیا۔ ہم ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔)

اس زریں اصول کی آب یاری کے لیے مسلمانوں نے مذہبی اور سیاسی معاملات میں کامل رواداری کا ثبوت دیا۔

عورت کا مقام

اسلام سے قبل دنیا کے ہر معاشرے میں عورت انسانی حقوق سے محروم تھی اور ذلت کی زندگی گزار رہی تھی۔ ایک غیر مسلم مورخ ڈاکٹر گستاؤلی لکھتا ہے:

> اسپارٹا میں اس بد نصیب عورت کو جس سے کسی قومی سپاہی کے پیدا ہونے کی امید نہ ہوتی، مار ڈالتے تھے۔ جس وقت کسی عورت کے بچہ ہو چکتا تھا تو فوائد ملکی کی غرض سے اسے (عورت کو) دوسرے شخص کی نسل لینے کے لیے اس کے خاوند سے عاریتاً لے لیتے۔ (۶۸)

تاریخ عالم کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی مذہب نے بھی عورت کو عزت کا مقام نہیں دیا۔ صرف اسلام نے عورت کو عزت بخشی۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ (۶۹)

(عورتوں کے کچھ حقوق ہیں اور جس طرح کہ بھلائی کے ساتھ دستور کے مطابق ان پر کچھ فرائض ہیں اور مردوں کو ان پر فضیلت حاصل ہے۔)

اسلام نے مرد اور عورت کو بحیثیت انسان مساوی قرار دیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ﴾ (۷۰)

(اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔ جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا پیدا کر دیا۔ پھر دونوں کی نسل سے مردوں اور عورتوں کی ایک بڑی تعداد دنیا میں پھیلا دی ہے۔)

عالمگیریت:

اسلامی معاشرہ اپنے اندر عالمگیریت رکھتا ہے۔ اسلام سے قبل کسی مذہب نے بھی عالمگیر معاشرہ کی بنیاد نہیں رکھی۔ ہندوؤں کا ایمان ہے وہ خدا کی چہیتی قوم ہیں۔ یہودیوں کا بھی یہی نظریہ ہے کہ

وہی خدا کی محبوب ترین قوم ہے اور نجات صرف یہودیوں کے لیے ہے۔ قرآن مجید نے ان کے تعصبات کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

﴿ نَحۡنُ أَبۡنَٰٓؤُاْ ٱللَّهِ وَأَحِبَّٰٓؤُهُۥ ﴾ (۷۱)

(ہم خدا کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں)

دین اسلام نے عالمگیر معاشرے کی بنیاد رکھی، اور اعلان کیا کہ اللہ رب العالمین ہے، یعنی وہ صرف مسلمانوں کا نہیں، بلکہ تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔ آپ ﷺ کے متعلق فرمایا گیا:

﴿ وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا رَحۡمَةٗ لِّلۡعَٰلَمِينَ ﴾ (۷۲)

(ہم نے تجھے تمام دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔)

یعنی رسول کریم ﷺ صرف مسلمانوں کی طرف ہی نہیں، بلکہ دنیا کے تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے مبعوث کیے گئے ہیں۔

معاشرتی استحکام اور پاکستان:

مملکت خداداد پاکستان کو آج گوناگوں مسائل کا سامنا ہے۔ ان میں دہشت گردی، کرپشن، رشوت، سود، افلاس، بیروزگاری، خاندانی انتشار مذہبی فرقہ پرستی، مغرب کی اندھی تقلید، بے دینی، کفرو الحاد، بے جا آزادی نسواں کا مطالبہ، اخلاقی قدروں کی پامالی اور مسئلہ کشمیر سرفہرست ہیں۔ معاشرتی استحکام کے لیے ان مسائل کا تسلی بخش حل ضروری ہے۔

وطن عزیز پاکستان میں قائم ہونے والی حکومتوں کا قیام و استحکامِ معاشرہ میں مخلص نہ ہونا بجائے خود ایک عظیم لمحہ فکریہ ہے، کیونکہ اقتدار کے حصول و تحفظ کی خاطر تمام شرعی، اخلاقی اور ملکی قوانین نظر انداز کر دیے جاتے ہیں۔

موجودہ دور میں دہشت گردی، تخریب کاری، ڈاکہ زنی رہزنی، بے حیائی اور دیگر اخلاقی اقدار کی پامالی کا سبب نوجوان نسل کی تربیت کا فقدان ہے۔ نوجوان نسل کی صحیح خطوط پر تربیت سے ہی پاکستانی معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن سکتا ہے۔

معاشرتی استحکام کے لیے ضروری ہے کہ لوگوں کو روزگار کے مواقع فراہم کیے جائیں، معقول تنخواہیں دی جائیں، گداگری کو ختم کرنے کے لیے مناسب اقدامات کئے جائیں، جرائم کو ختم کرنے کے لیے اسلامی حدود کا نفاذ کیا جائے۔

پاکستانی معاشرتی ڈھانچہ اور اس کے اندر جاری و ساری تمدنی روح دونوں ہی ناہمواریوں کا شکار اور خستہ حال ہیں۔ دین سے محبت اور حب الوطنی کے جذبات رکھنے والے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ حالات کی نزاکت کے مطابق اپنی ذمہ داریوں پر غور کریں اور تمام بے جا قسم کی گروہی تعصبات سے بالاتر ہو کر پاکستان کے تحفظ کا سوچیں۔ چند اہم اقدامات ذیل کی سطور میں تحریر کئے جا رہے ہیں:

☆ نظام تعلیم کی تشکیل نو کی جائے۔
☆ عدلِ اجتماعی قائم کیا جائے۔
☆ معاشرتی ناہمواریاں اور طبقاتی کشمکش کو ختم کیا جائے۔
☆ عائلی نظام کو اسوۂ حسنہ پر استوار کیا جائے۔
☆ دور حاضر کے فتنہ اباحیت کو روکنے کی کوشش کی جائے۔
☆ ملک میں قانون کی حکمرانی کو یقینی بنایا جائے۔
☆ حدود اور تعزیرات اسلامی کو فی الفور نافذ کیا جائے۔
☆ فرقہ واریت کے خاتمے کے لئے علمائے کرام اپنی ذمہ داریوں کو نبھائیں۔
☆ دوہرا نظام تعلیم ختم اور اس کی نصاب میں جدت لائی جائے۔
☆ شر کا باعث عناصر کا قلع قمع کیا جائے۔
☆ خائن ملازمین کی بروقت گرفت کر کے ان کو قانون کے حوالے کیا جائے۔
☆ انصاف کی دستیابی ہر سطح پر اور فوری ہو۔
☆ دیانتدار لوگوں کو محتسب لگایا جائے۔
☆ مسلمان ممالک کے ساتھ باہمی تعلقات کو فروغ دیا جائے۔
☆ پورے معاشرے میں اسلامی نظام کا نفاذ صحیح روح کی ساتھ کیا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر کے مسلم ممالک کی فلاح و بہبود کا انحصار درج بالا اور انہی جیسے دیگر اقدامات پر ہے۔ تاکہ امت مسلمہ اپنے معاشروں کو بحران سے نکال کر نئے پاکیزہ معاشرے کی تصویر ساتھ لے کر ساری دنیا میں ایمان اور قدروں کے احیاء کا پیغام پہنچائیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱) سورۃ الحجرات:۱۳

۲) سورۃ النساء:۱

۳) ابن ہشام، عبد الملک، السیرۃ النبویۃ (مکتبہ الریاض، الریاض)4/41-40

۴) سورۃ الاسراء:۷۰

۵) سورۃ الانعام:۱۳۲

۶) احمد بن حنبل، مسند احمد (دار الفکر، بیروت)۵/۴۱۱

۷) سورۃ البقرہ:۲۱۳

۸) سورۃ یونس:۱۹

۹) ترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابو عیسیٰ، السنن (دار السلام، الریاض، ۱۹۹۹ء) رقم الحدیث:۲۵۱۵

۱۰) قشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح (دار السلام، الریاض، ۱۹۹۹ء)، رقم الحدیث:۲۳۷

۱۱) سورۃ الاحقاف:۱۳

۱۲) مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۱۵۱

۱۳) سورۃ الاحزاب:۲۱

۱۴) سورۃ الحشر:۷

۱۵) سورۃ آل عمران:۳۱

۱۶) ترمذی، السنن، رقم الحدیث:۲۵۱۵

۱۷) سورۃ اسرائیل:۷۰

۱۸) سورۃ التین:۴

۱۹) سورۃ المائدہ:۸

۲۰) سورۃ النساء:۵۸

۲۱) سورۃ الاعراف:۲۹

۲۲) مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۲۲۱۷، نسائی السنن، رقم الحدیث:۵۳۹۴

۲۳) مستطرف، ۱/۱۰۲

۲۴) سورۃ آل عمران:۱۱۰

۲۵) سورۃ المائدہ:۷۹
۲۶) سورۃ الحج:۴۱
۲۷) مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۱۷۷
۲۸) سورۃ النحل:۹۰
۲۹) ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن (دارالسلام، الریاض، ۲۰۰۰ء) رقم الحدیث: ۴۳۴۰۔ ترمذی، السنن، رقم الحدیث:۲۱۷۲
۳۰) بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۲۶۸۶
۳۱) ابوداؤد، السنن، رقم الحدیث:۴۳۳۸
۳۲) ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن (دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء) رقم الحدیث:۴۰۰۹
۳۳) سورۃ آل عمران:۱۰۳
۳۴) سورۃ آل عمران:۱۰۵
۳۵) سورۃ الانفال:۴۶
۳۶) سورۃ الانفال:۶۳
۳۷) سورۃ حٰم السجدہ:۳۴
۳۸) بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۶۰۲۶
۳۹) سورۃ یونس:۶۲
۴۰) سورۃ الانعام:۱۶۴
۴۱) سورۃ البقرہ:۲۸۶
۴۲) سورۃ المائدہ:۱۰۵
۴۳) بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۸۹۳
۴۴) ہندی، علی المتقی، کنز العمال، ۲/۱۷۳
۴۵) ہندی، علی المتقی، کنز العمال، ۲/۴۳
۴۶) سورۃ النور:۱۲
۴۷) سورۃ الاحزاب:۲۴
۴۸) سورۃ الحجرات:۱۲

۴۹) مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۱۸۵۴

۵۰) سورۃ المطففین:۳،۲،۱

۵۱) بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۸۹۳

۵۲) سورۃ الحجرات:۱۰

۵۳) ترمذی، السنن، رقم الحدیث:۲۶۷۶

۵۴) سورۃ المومنون:۸

۵۵) سورۃ المائدہ:۱

۵۶) سورۃ الرعد:۲۰

۵۷) بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۳۴

۵۸) سورۃ المائدہ:۳۸

۵۹) سورۃ البقرہ:۲۲۹

۶۰) سورۃ البقرہ:۱۷۸

۶۱) سورۃ ہود:۸۵

۶۲) احمد بن حنبل، المسند (مؤسسۃ قرطبۃ، القاہرۃ) رقم الحدیث:۶۶/۵

۶۳) سورۃ البقرہ:۱۷۷

۶۴) سورۃ البقرہ:۲۵۶

۶۵) چیمہ، غلام رسول، اسلام کا عمرانی نظام، ص:۴۵

۶۶) سورۃ البقرہ:۲۲۸

۶۷) سورۃ النساء:۱

۶۸) سورۃ المائدہ:۱۸

۶۹) الانبیاء:۱۰۷

****